مرآۃ الحدیث شرح سنن ترمذی

لشیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ

مولانا محمد نعمان خلیل

قرآن کریم کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا سرچشمہ ''حدیث نبوی'' ہے۔اسلامی قانون کے بنیادی اور اہم ماخذ کی حیثیت سے ''سنت'' کا یہ درجہ ومقام صدیوں سے مسلّم و غیر متنازعہ رہاہے،قرآن کریم کی طرح ''احادیث نبوی'' بھی وحی کا مظہر ہے،مگر اس فرق کے ساتھ کہ اول الذکر ''وحی متلوّ'' اور آخر الذکر کو ''وحی غیر متلوّ'' کہتے ہیں۔وحی کی یہ دونوں اقسام اگرچہ اپنی صورتوں میں مختلف ہیں لیکن دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔دونوں وحی الٰہی ہیں اور اللہ عزوجل کی جانب سے ہیں اور دونوں کی حجیت کو تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

دین اسلام میں احادیث نبویہ کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے بغیر نہ قرآن کریم کا فہم حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کے احکام پر عمل ممکن ہے۔حدیث میں کی جانے والی تشریح کے بغیر نماز اور زکوٰۃ تک ادا نہیں کی جاسکتی، وہ قرآن جو صرف نظریات اور عقائد ہی نہیں لایا، بلکہ پوری نوع انسان کے لیے نہایت معتدل اور متوازن نظامِ عمل لے کر آیا ہے،احادیث کو اگر نظر انداز کر دیا جائے تو اس کا پورا نظامِ عمل درہم برہم اور اس کا پیش کیا ہوا دین معطل ہوکر رہ جائے۔

حدیث کی یہی وہ بنیادی اہمیت اور قرآن وسنت کا یہی وہ ربط باہم ہے جس کی بناء پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعین عظام اور بعد کے محدثین نے ذخیرہ حدیث کی اپنی جانوں سے زیادہ حفاظت کر کے نئی نسلوں تک پہنچایا۔اور ''حدیث نبوی'' کی اسی اہمیت وعظمت کے پیش نظر علماء اسلام نے اس میں بہت زیادہ دلچسپی لی اور اس کی ہر حوالے سے خدمت کی اور پوری دنیا حتیٰ کہ غیروں نے بھی اس کا اعتراف کیا۔

کتابتِ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں شروع ہوئی جیسا کہ مستدرک حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"قَیِّدُوا الْعِلْمَ"، قُلْتُ: وَمَا تَقْیِیدہ قَالَ: "کِتَابَتُهُ" ۔(المستدرک للحاکم:188 / 1) ......اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اوائل اسلام میں کتابت حدیث کی ممانعت تھی،جس میں کئی حکمتیں تھیں،موانع ختم ہونے کے بعد ممانعت بھی ختم ہوگئی۔مختلف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات مبارکہ قلمبند کیے۔چنانچہ اس حوالے سے کئی صحائف مشہور ہوئے۔حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا صحیفہ جس کا نام "الصادقہ" تھا،اس میں ایک ہزار احادیث مکتوب تھیں،حضرت علیؓ کا صحیفہ،حضرت انسؓ کا صحیفہ،صحیفہ ہمام بن منبہؒ،جس میں ابو ہریرہؓ کی مرویات ہیں۔کتاب الصدقہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والی یمن حضرت عمرو بن حزمؓ کو لکھوائی تھی۔یہ دو صفحات تھے جو احکام زکوٰۃ پر مشتمل تھے۔حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا وہ کئی پشتوں تک ان کے خاندان میں محفوظ رہا۔اس کا نام کتاب سعد بن عبادہؓ تھا،غرض کئی صحابہ کرامؓ کے پاس اس طرح کے صحائف تھے جن میں انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات مبارکہ قلمبند کیے تھے۔

اس کے بعد تابعین کرام نے بھی اس سلسلے کو اسی ذوق وشوق کے ساتھ جاری رکھا۔اور ایک بڑی تعداد نے صحابہ کرامؓ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سن کر قلمبند کیں۔مگر یہ کوششیں غیر حکومتی،ذاتی ومحدود،اور مشتت تھیں،اور سنت کی عظمت اور مکانت اس سے کہیں زیادہ وسیع کوششوں کی متقاضی تھی۔اللہ تعالیٰ نے یہ بات خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں ڈال دی،چنانچہ انہوں نے حاکم مدینہ قاضی ابوبکر بن حزمؒ،امام زہریؒ اور دیگر حکام وائمہ کو فرمان جاری کیا کہ احادیث جمع کرنے کا اہتمام کیا جائے۔چنانچہ ان تمام حضرات نے ان کے حکم پر باقاعدہ احادیث نبویہ کو مدوّن کیا اور دفتر کے دفتر لکھے گئے،جن کی نقول خلیفہ نے تمام ممالک محروسہ میں بھیجیں۔حفاظتِ حدیث کے لیے ایک بہت بڑا اقدم تھا،جو خلیفہ عادل امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اٹھایا۔

دوسری اور خصوصًا تیسری صدی ہجری میں حدیث پر مختلف حوالوں سے زبردست کام ہوا۔ جوامع،مسانید،سنن،مصنّفات،موطآت،اجزاء،مستخرجات،مستدرکات،علل،غریب الحدیث،رجال،شرح الحدیث،جرح وتعدیل وغیرہ علومِ حدیث میں بیش بہا کتب لکھی گئیں۔انہی کتب میں سے ایک امام ابوعیسیٰ ترمذی کی کتاب ''جامع ترمذی'' ہے۔جس کا پورا نام ہے:''الجامع المختصر من السنن عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم و معرفۃ الصحیح والمعلول وما علیہ العمل''۔

کچھ امام ترمذیؒ کے بارے میں!

امام ترمذیؒ امت اسلامیہ کے عظیم اعلام ومشاہیر اسلام میں سے ہیں اور ''علمِ حدیث'' کے نامور ویگانہ روزگار شہسوار ہیں۔ان کی پیدائش تیسری صدی کی پہلی دہائی میں ہوئی ہے،انہوں نے علم حدیث کا تابناک اور سب سے بہترین دور پایا تھا۔علم حدیث کی طلب انہوں نے اس وقت شروع کی جب ان کے ''ذہنی قوی'' اپنے کمال کو پہنچ چکے تھے،انہوں نے محیر العقول صلاحیتیں پائی تھیں اور پھر اساتذہ بھی انہیں ایسے ملے جو علم حدیث اور نقد السنہ کے اساطین تھے۔طلب علم کے لئے انہوں نے خراسان،عراق،اور حرمین تک کے سفر کیے۔اس دوران وہ بڑے بڑے شیوخ حدیث سے ملے۔انہوں اکثر عراقی شیوخ اور خاص طور پر بصرہ کے شیوخ سے کسبِ فیض کیا۔ان کی زندگی کا اہم ترین واقعہ امام الدنیا امام بخاریؒ سے ان کی ملاقات تھی،جنہوں نے ان کی علمی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کردیا،اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آج اگر دنیا امام ترمذیؒ کو پہچانتی ہے تو یہ امام بخاریؒ ہی کے مرہونِ منت ہے۔ امام بخاریؒ کے اس قابلِ فخر شاگرد نے اپنے شیخ سے استفادہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور شیخ نے ابھی اپنے ہونہار شاگرد کی علمی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔انہوں نے امام بخاریؒ سے نہ صرف حدیث اور علوم الحدیث میں کسبِ فیض کیا بلکہ فقہ میں بھی ان سے خوب استفادہ کیا۔امام بخاریؒ نے اپنے ہونہار شاگرد کے علم حدیث کے ساتھ اس والہانہ محبت اور ذوق وشوق اور ان کی ذہانت وقوتِ ادراک کو دیکھ کر انہیں خصوصی توجہ دی، چنانچہ وہ علوم الحدیث کے پیچیدہ ترین موضوع ''عللِ حدیث'' سے متعلق ان کے سوالات پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ سنتے اور کبھی کبھار یہ سوالات مناظرہ ومناقشہ کی صورت اختیار کرلیتے، جن کی ایک جھلک ''جامع ترمذی'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔امام بخاریؒ کی اسی اخلاص بھری شفقت وتوجہ کے نتیجہ میں وہ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ سے امام ترمذیؒ بن گئے۔

خود امام بخاریؒ بھی ان کی خداداد صلاحیتوں سے بہت متأثر تھے اور ان کے علمِ حدیث میں ''علوّ کعب'' اور مہارت کے معترف بھی۔ان کے اعزاز اور بلند مقام کے اعتراف میں اور ان کی حوصلہ افزائی کی خاطر انہوں نے ان سے ایک حدیث بھی سنی۔ایک مرتبہ امام بخاریؒ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "ما انتفعتُ بك أكثرُ مما انتفعتَ بي"۔(تہذیب التہذیب لابن حجر:289/9)۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست حافظہ سے نوازا تھا،قوتِ حافظہ میں وہ ضرب المثل تھے۔اسی فضلِ ربانی کا ہی نتیجہ تھا کہ انہیں لاکھوں احادیث برسرِ زبان تھیں۔وہ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں: ''میں مکہ کے سفر پر تھا،ایک شیخ کی حدیث کے دو جزء میں نے لکھے ہوئے تھے،اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ شیخ مجھے اس سفر میں مل گئے،میرا خیال تھا

کہ وہ اجزاء میرے پاس موجود ہیں، چنانچہ اسی خیال کے تحت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اوران سے ان احادیث کے سماع کی درخواست کی، انہوں نے میری درخواست قبول کی، چنانچہ میں نے جب اپنے پاس موجود ورق نکالے تو وہ بیاض نکلے، خیر! انہوں نے پڑھنا شروع کیا، ناگاہ ان کی نظران کی بیاض پر پڑی، تو بھڑک اٹھے اور کہنے لگے: تمہیں مجھ سے حیا نہیں آتی؟ میں بہت شرمندہ ہوا اور انہیں اپنا عذر بیان کیا، نیز میں نے ان سے کہا: آپ نے ابھی جتنی احادیث سنائی ہیں وہ سب مجھے یاد ہوگئی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اچھا سناؤ! تو میں نے انہیں وہ سب سنادیں۔ انہیں (ان کے اس قوتِ حافظہ پر) یقین نہیں آیا اور کہنے لگے: تم نے میرے پاس آنے سے پہلے یہ یاد کرلی ہوں گی۔ میں نے ان سے کہا: آپ مجھے کچھ اور احادیث سنا کر آزما لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے مزید چالیس احادیث سنادیں اور کہنے لگے: اچھا اب سناؤ! میں نے انہیں وہ سب حرف بحرف فرفر سنادیں''۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي:13/273)۔

امام حاکمؒ کے استاذ ابواحمد حاکمؒ کہتے ہیں: میں نے عمر بن علیکؒ کو کہتے ہوئے سنا: ''امام بخاریؒ کا انتقال ہوا تو انہوں نے خراسان میں ابوعیسی ترمذیؒ جیسا عالم، حافظ اور زاہد و متقی انسان نہیں چھوڑا''۔ (سیر اعلام النبلاء للذهبي:13/273)۔

جامع ترمذی پر ایک نظر!

اگر کہا جائے کہ امام ترمذیؒ کی وجہ شہرت ان کی کتاب ''الجامع الکبیر'' ہے تو اس میں مبالغہ نہ ہوگا۔ ''الجامع الکبیر'' کا شمار اسلام کے چھ عظیم الشان دواوین سنہ میں ہوتا ہے۔ ان کا یہ کارنامہ، حدیثی انسائیکلوپیڈیا کہلائے جانے کے مستحق ہے، جو ان کی عبقریت پر دلالت کرتا ہے؛ چنانچہ انہوں نے ایک ہی کتاب میں بہت سے عظیم الشان متنوع مقاصد واہداف جمع فرمائے ہیں۔ ان کی محیر العقول حدیثی وفقہی مہارت کے مظاہر اور کتاب کے امتیازات وخصوصیات کو درج ذیل نقاط میں بیان کیا جا سکتا ہے:

ا......**مقامِ روایت:** امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ وہ باب کا عنوان قائم کرنے کے بعد اس کی ابتدا میں ایک یا زائد احادیث ذکر کرتے ہیں اور یہی احادیث باب ان کا عینِ ہدف وغایت ہوتی ہیں، کبھی کبھار بمقتضائے مقام اور مختلف اغراض کے پیشِ نظر ان احادیث باب کے کچھ دیگر طرق واسانید بھی ذکر کرتے ہیں، ان اغراض سے واقفیت ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی، صرف ایک ماہر ناقدِ حدیث ہی ان اغراض کو سمجھ سکتا ہے۔ بعدازاں وہ اس مضمون کی دیگر احادیث عجیب استیعاب کے ساتھ ''وفي الباب'' کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں، جو صرف ایک ایسا محدث ہی کرسکتا ہے جو محدث ہونے کیساتھ ساتھ مجتہد اور فقیہ بھی ہو، نیز اسے اللہ تعالی نے بے پناہ حافظے سے بھی

نوازا ہو۔

2……**مقامِ نقد:** یہ اس کتاب کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے۔ جو نقدِ راوی اور نقدِ مروی دونوں کو شامل ہے۔ گویا ''جامع ترمذی'' علم العلل اور نقد السنہ خواہ ایجابی ہو یا سلبی، کے اہم مراجع میں سے ہے، اور اس کتاب میں امام ترمذیؒ کی ناقدانہ عبقریت کھل کر سامنے آئی ہے۔

3……**مقامِ مقولات نقدیہ:** امام ترمذیؒ کے نقدی اقوال وتعبیرات نے ابھی تک دنیائے حدیث کے باسیوں کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا ہے، چنانچہ ہنوز وہ ان مقولات نقدیہ کے مدلولات ومفاہیم اور ان کے مقاصد کی تہہ تک پہنچنے کی سعی میں لگے ہوئے ہیں، خصوصًا ''حسن'' کا مقولہ واصطلاح ہنوز عقدہ لاینحل ہے۔ تقریبًا یہی حال ''غریب'' اور بعض دیگر مقولات مرکبہ مثلًا ''حسن صحیح''، ''حسن صحیح غریب'' وغیرہ کا ہے۔

4……**فقہ مقارن:** جامع ترمذی فقہ مقارن کے اہم ترین مراجع میں سے ہے، ان کی کتاب سابق مشہور فقہاءِ مسلمین کی فقہی آراء اور ان کے اختلافات کا بہترین انسائیکلوپیڈیا ہے۔

5……**فقہ السلف:** امام ترمذیؒ نے اس کتاب میں سلف صالحین حضرات صحابہ کرامؓ، اور تابعین عظامؒ کے عمل، ان کے فتاوی وغیرہ کے ذکر کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ کتاب میں مذکور تمام احادیث کسی نہ کسی فقیہ کے نزدیک معمول بہ رہی ہیں سوائے دو احادیث کے۔

6……**صنعت نقدیہ اور صنعت احتجاجیہ کے درمیان تمییز:** بہت سے طلبہ حدیث ان دو صنعتوں کے درمیان فرق نہ کرنے کی وجہ سے منہجی اختلاط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ دونوں صنعتوں کے جہاں اصول وشروط الگ الگ ہیں، وہیں ان کے تقاضے بھی ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں۔ چنانچہ امام ترمذیؒ نے اس کتاب میں ان دونوں صنعتوں کا بھرپور اہتمام کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ مقولہ ''حسن'' صنعت فقہیہ یا احتجاجیہ ہی کا مظہر ہے، جس کا مطلب آسان الفاظ میں یہ ہے کہ یہ حدیث صنعت نقدیہ کی رو سے اگرچہ ضعیف ہے، مگر کچھ شروط کی رعایت کی وجہ سے اس پر عمل کیا جا سکتا ہے اور ائمہ نے اس پر عمل بھی کیا ہے۔ کیونکہ اس متن کے کئی شواہد موجود ہیں، جو ثابت کرتے ہیں کہ یہ متن ''منکر'' نہیں ہے۔

7……**سہولت وافادیتِ کتاب:** کتاب کی ترتیب وتبویب نہایت آسان اور احادیث کے سرد اور ایراد اور بیانِ مسائل وغیرہ میں ان کا طریقہ نہایت واضح اور سہل ہے۔ چنانچہ محمد بن طاہر مقدسیؒ نے امام عبداللہ بن محمد انصاریؒ کے حوالہ سے ان کا یہ قول ذکر کیا ہے: ''امام ترمذیؒ کی کتاب میرے نزدیک صحیح بخاری وصحیح مسلم سے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے؛ کیونکہ بخاریؒ ومسلمؒ کی کتابوں سے صرف ایک متبحر عالم ہی مستفید ہو سکتا ہے، جب کہ ترمذیؒ کی کتاب سے

ہر کوئی مستفید ہوسکتا ہے''۔(سیر اعلام النبلاء للذهبي :277/13)۔اوراس کی انہی خصوصیات کی وجہ سے امام ابن الاثیر نے اسے''احسن الکتب'' قرار دیا ہے۔(الکامل:460/7)۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''میں نے جب یہ کتاب لکھی تو اسے حجاز،عراق اور خراسان کے علماء کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے پسند کیا۔اور جس مسلمان کے گھر میں یہ کتاب ہو،گویا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس گھر میں موجود ہیں اور براہِ راست اہلِ خانہ سے بات چیت فرما رہے ہیں''۔(تذکرة الحفاظ للذهبي:634/2)۔

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ نے اس کی شرح''عـــارضة الأحـوذي''میں جامع ترمذی کی تعریف کرتے ہوئے کہا: ''فیه اربعة عشر علماً''اس میں حدیث کے چودہ علوم وفنون ہیں اوران علوم میں سے ہر ایک مستقل علم ہے۔انہوں نے جامع ترمذی کو دیگر''کتب السنة'' سے کئی اعتبار سے عمدہ اور بےنظیر قرار دیا ہے۔چنانچہ وہ لکھتے ہیں:''ولیس فیهم مثل کتاب ابو عیسیٰ حلاوة مقطع ونفاسة منزع و عذوبة مشرع''۔

اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کی درجنوں شروحات لکھی جاچکی ہیں،مثلاً: عارضة الاحوذي،شرح ابن سید الناس،شرح ابن ملقن،شرح حافظ ابن حجر،شرح بلقینی،شرح ابن رجب،قوت المغتذی،شرح علامہ طاہر پٹنی،شرح سندی،شرح علامہ سراج الدین سرہندی،تحفة الاحوذی،الکوکب الدری،درر سندی،العرف الشذی،الطیب الشذی،معارف السنن وغیرہ وغیرہ۔

زیرنظر''مقالہ'' کا تعارف!

زیرنظر مقالہ اس عظیم الشان کتاب کی ایک اور بہترین شرح کی تحقیق وتخریج ہے،یہ شرح شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے جامع ترمذی کے دروس پر مشتمل جواہر پارے ہیں،جس میں علل،رجال،درایت وراویت حدیث،غریب الحدیث،غرض بیشتر علوم حدیث کی جھلکیاں جابجا نظر آئیں گی۔

یہ شرح مولانا محمد سعد اللہ کاکاخیل رحمة اللہ علیہ کی ضبط وترتیب کردہ ہے جو تاحال مخطوط کی شکل میں تھی اور عرصہ دراز سے تحقیق وتخریج کی منتظر تھی،اس شرح کی اہمیت اس لحاظ سے انتہائی زیادہ ہے کہ ہماری معلومات کے مطابق کتب ستہ میں اکابر علماء دیوبند میں سے یہ کسی نامور بزرگ کی جانب سے اردو کی پہلی تحقیقی شرح ہے اوراس کے شارح بھی علم حدیث کے بلند پایہ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں جو اس وقت پاکستان کے تمام یا اکثر بلند پایہ شیوخ الحدیث (جن میں سے متعدد حضرات اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں) کے شیخ الشیوخ ہیں پھر اس تقریر وافادات کے جامع حضرت کاکاخیلؒ بھی علمی حلقوں میں ایک معتبر نام رکھتے ہیں۔

اسلامیہ کالج پشاور ایک نومولود یونی ورسٹی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک صدی پر محیط شاندار اور زندہ تاریخ

کا حامل ادارہ ہے۔اس تعلیمی درسگاہ میں مختلف عصری علوم وفنون کے علاوہ علوم اسلامیہ کا شعبہ ''اسلامک تھیالوجی'' ہے۔اس شعبہ کے اساتذہ جو مختلف دینی مدارس کے فاضل ہیں، باذوق اہل تحقیق وتدقیق اور ماہرین فن ہیں۔اس لیے یہاں درس وتدریس کے علاوہ تحقیق کے مختلف میدانوں میں بھی کام ہورہا ہے۔یہ نہایت متحرک اور فعال ادارہ ہے،حدیث العہد ہونے کے باوصف اب تک اس شعبہ کے زیرنگرانی کئی گراں قدر تحقیقی موضوعات اور علمی مخطوطات پرکام ہوچکا ہے۔خاص طور سے ماضی قریب وبعید کے مشاہیر اہلِ علم کے علمی مخطوطات کی تحقیق وتدقیق کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔اس لیے مقالہ نگار نے اپنے ایم فل کے مقالہ کے لئے اس عظیم الشان علمی جواہر پارے کی تحقیق وتخریج کا انتخاب کیا ہے۔

کچھ صاحبِ مخطوط کے بارے میں!

زیرِ تحقیق مخطوط کے مؤلف کا نام محمد سعداللہ بن عبداللہ بن ابرار بن رحمت شاہ بن عمر بن غوث الدین بن قیاس الدین بن ضیاء الدین بن شیخ کستیر گل المعروف بہ شیخ رحمکار (حضرت کاکا صاحب) جو کہ خیبر پختونخواہ ضلع نوشہرہ کے بزرگ عالم دین اور مشہور صوفی تھے۔حضرت مولانا محمد سعداللہ کاکا خیلؒ خیبر پختونخوا کے ضلع مردان میں 1323ھ/1902ء کو پیدا ہوئے،اور اسی علاقے میں پلے بڑھے۔ان کے والد ماجد کا انتقال 24ذی قعدہ 1335ھ کو ہوا،تب آپ کی عمر 12 سال تھی۔انہوں نے ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا۔سب سے پہلے اپنے والد ماجدؒ سے اور ان کے انتقال کے بعد اپنے دو بڑے بھائیوں عبیداللہ بن عبداللہ اور حمداللہ بن عبداللہ رحمہما اللہ تعالی سے پڑھا۔

علوم دینیہ کے حصول کیلئے آپ نے کئی شہروں کا سفر کیا۔چنانچہ انہوں نے اس زمانے کے مشہور علمی مراکز رام پور،دیوبند،سہارنپور کا سفر کیا،اور کئی سال وہاں اقامت پذیر رہے۔آپ کی فراغت دارالعلوم دیوبند سے ہوئی، شہادۃ العالمیہ کا امتحان آپ نے نمایاں پوزیشن کے ساتھ پاس کیا۔انہوں نے اپنے زمانے کے مشہور اور نابغہ روزگار علماء سے علوم قرآنیہ،احادیث مبارکہ،فقہ اسلامی،صرف ونحو،علم معانی،علم کلام،وغیرہ علوم وفنون پڑھے۔آپ کے اساتذہ اور شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے،تاہم آپ کے نامور شیوخ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ،شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ،شیخ الادب مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ وغیرہ حضرات قابلِ ذکر ہیں۔ آپؒ تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس کے بھی شہسوار تھے۔یہی وجہ تھی کہ کثیر تعداد میں تشنگان علوم دینیہ ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتے تھے۔آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی کافی طویل ہے،تاہم ان میں سب قابلِ ذکر اور معروف نام حضرت مفتی سیاح الدین کاکا خیلؒ،پروفیسر انوار الحقؒ اور پروفیسر سید تقویم الحق کاکا خیلؒ وغیرہ ہیں۔

حضرت مولانا سعد اللہ کاکا خیل نے حصول علم کی تکمیل کے بعد تربیتی، تصنیفی اور تعلیمی میدان میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ روز روشن کی طرح واضح ہیں۔انہوں نے مختلف فنون میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)......مرآة الحديث: یہ جو شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کے درس ترمذی پر مشتمل علمی نکات کا مجموعہ ہے۔جسے مؤلفؒ نے 16 شعبان المعظم 1349ھ کو دار العلوم دیوبند میں مکمل کیا۔

(2)......تبيين المعانى فى أصول المعانى: یہ اصول فقہ کی مشہور کتاب 'الحسامی' کی شرح ہے۔جسے مؤلف نے مردان میں 16 ذی قعدہ 1347ھ کو مکمل کیا۔

(3)......نهـــــاية الإدراك: یہ علم نحو میں ابن حاجب کی کتاب "الکافیہ" کی شرح ہے۔زمانہ تالیف 26 شعبان المعظم 1348ھ ہے۔

(4)......حاشية على الرسالة القطبية: یہ علم منطق کی مشہور کتاب "قطبی" کی شرح ہے۔زمانہ تالیف 15 شوال 1349ھ ہے۔

(۵) ......نظام العلوم: دار العلوم دیوبند کے شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے "شمائل ترمذی کے دروس پر مشتمل مجموعہ ہے۔زمانہ تالیف 1349ھ ہے۔

(6)......التعليق المنيف على حاشية مير سيد سند الشريف على القطبى: جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ علم منطق کی مشہور درسی کتاب 'قطبی' کے حواشی جو میر سید سند شریفؒ کے تالیف کردہ ہیں، پر تعلیقات کا مجموعہ ہے۔

(7)......رياض الأزهار فى جلاء الأبصار: یہ "سهو الاخبار فی عشر الانهار" جو طوروی رحمہ اللہ کی کتاب ہے، یہ اس کا ترجمہ ہے۔زمانہ تالیف 27 رمضان المبارک 1361ھ ہے۔

(8)......فيوض البارى: یہ علامہ نظام الدین الشاشی کی اصول فقہ کی مشہور کتاب اصول الشاشی کی شرح ہیں جسے آپؒ نے تین سال کے عرصہ (15 رمضان المبارک 1360ھ سے 25 ربیع الاول 1363ھ تک) میں مکمل کیا۔

مخطوط کا تعارف واہمیت!

ہمارے علم کے مطابق حضرت مدنیؒ کے جامع ترمذی پر دیے گئے دروس پر مشتمل صرف یہی ایک مخطوط پایا جاتا ہے جو حضرت مولانا سعد اللہ کاکا خیل رحمۃ اللہ علیہ نے دورانِ درس قلم بند کیا ہے اس کے علاوہ کوئی اور مخطوط ہماری نظر سے نہیں گزرا۔اس کا رسم الخط اردو نستعلیق میں ہے، جو بالکل واضح اور صاف پڑھا جا سکتا ہے، اور اس کے

ناسخ بھی خود حضرت مولانا سعد اللہ کا کاخیل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

معتبر اہل علم حضرات میں سے جس نے بھی اس مخطوطہ کو ملاحظہ کیا اسے پسندیدگی اور اعجاب کی نظر سے دیکھا اور خوب سراہا۔اس کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب اس کی نسبت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی طرف ہو اور اسے قلمبند کرنے والی شخصیت حضرت مولانا سعد اللہ کا کاخیلؒ ہو جو ضبط واتقان اور علم وفضل کا معتبر حوالہ ہے۔

شرح ہٰذا باوجود اختصار کے، جامعیت وحلِ غوامضِ کتاب اور کشفِ اسرار ورموز کا بہترین نمونہ ہے۔اور ''دریا بکوزہ'' کا سچا مصداق ہے اور سچی بات ہے کہ اس سے کوئی طالب علم اور مدرس بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ اسکی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ''جامع ترمذی'' کی تمام شروح کا کئی گھنٹوں طویل مطالعہ کرنے کے بعد قاری جس نتیجے پر پہنچتا ہے یہ شرح اسے چند لمحوں میں وہ سب کچھ دے دیتی ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔یہ کام اکابر علماء دیوبند کے دروس کی امتیازی خصوصیت ہے کہ لمبی چوڑی بے مقصد تقاریر کی بجائے ''لبِّ لباب'' اور ''مغز'' پر اقتصار کیا جاتا تھا۔نیز اس مخطوطہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ یہ حضرت مدنیؒ کی پہلی درسی تقریر ہے جو منظر عام پر آئی ہے۔اب تک حضرت مدنیؒ کی ''جامع ترمذی'' کی کوئی تقریر سامنے نہیں آئی یقیناً اہل علم کے لیے یہ بہتر تحفہ ہوگا۔امید ہے کہ وہ اس کی کما حقہ قدردانی کریں گے۔

ایک اہم وضاحت!

زیر تعارف مخطوط میں دو عظیم شخصیات کی تقاریر ہیں۔ایک حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنیؒ اور دوم حضرت مولانا اعزاز علی شیخ الادبؒ۔حضرت مدنیؒ کی تقریر سنن ترمذی کی شرح سے عبارت ہے، جب کہ حضرت شیخ الادبؒ کی تقریر شمائل ترمذی کی شرح پر مشتمل ہے۔زیرِ نظر مقالہ صرف حضرت مدنیؒ کی تقریر پر مشتمل ہے۔البتہ مستقبل قریب میں پختہ عزم ہے کہ ان دونوں حضرات کی تقاریر کو یکجا شائع کیا جائے ان شاءاللہ تعالیٰ۔

شرح کا منہج!

شرح کا منہج اور طریقہ کار یہ ہے کہ عموماً سب سے پہلے ترجمۃ الباب کی وضاحت اور اس میں مذکور الفاظ و مصطلحات کی توضیح کی جاتی ہے۔عنوانِ باب کا تعلق اگر فقہاء کے درمیان کسی مختلف فیہ مسئلہ سے ہو تو ائمہ کا اختلاف مختصراً بیان کر دیا جاتا ہے۔ان کے دلائل ذکر کرنے کے بعد خصوم کے دلائل کے جوابات ذکر کرتے ہیں، عموماً حنفیہ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں۔غریب الحدیث کی شرح، مختلف الحدیث اور بعض شبہات کے جوابات وغیرہ کا بھی گاہے گاہے اہتمام کیا جاتا ہے۔حدیثی مباحث اور علوم الحدیث کے بعض مسائل بھی ضمناً ذکر ہو جاتے ہیں۔

طریقہ ومنہج تحقیق!

مخطوطہٰذا چونکہ بہت طویل ہے اور سینکڑوں صفحات پر مشتمل ہے، ایچ ای سی کے قوانین کی رو سے ایم فل کے مقالہ (THESIS) کی مقدار نہایت محدود ہوتی ہے، اس لئے اساتذہ کرام کی مشاورت سے اسے دو حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ حصہ اول اَبواب الطہارات تا وسط کتاب الصلاۃ کی تخریج وتحقیق راقم کے حصہ میں آئی۔ جب کہ حصہ دوم جو کتاب الصلاۃ، بـاب مَـا جَـاءَ فِـي الاِعْتِدَالِ فِي السُّجُودِ تا أبواب الولاء والهبة، بَابُ مَا جَاءَ فِي الرُّجُوعِ فِي الهِبَةِ تک ہے، اس کی تخریج وتحقیق یونی ورسٹی ہٰذا کے شعبہ اسلامیات کے ایم فل کے طالب علم اور ہمارے دیرینہ اور مخلص دوست مولانا انعام اللہ نے مکمل کی ہے۔

اس مخطوطہ کی تحقیق وتخریج میں مقالہ نگار نے جو اصول وطریقہ کار اختیار کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

۱۔ صفحہ دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بالائی حصہ شرح کا، جبکہ زیریں حصہ تعلیقات وحواشی کے لیئے مختص کیا ہے۔

۲۔ شرح میں مذکور تمام آیات قرآنیہ کی تخریج کی گئی ہے۔

۳۔ شرح میں مذکور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تخریج کی گئی ہے۔

۴۔ شرح میں مذکور احادیث مبارکہ کے الفاظ میں جا بجا نقص ملاحظہ کیا گیا ہے، ایسی صورت میں متن ہی میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے، البتہ حاشیہ میں اس پر تنبیہ کردی گئی ہے۔ اگرچہ یہ عمل اصولِ تحقیق کے منافی ہے، مگر احادیثِ نبویہ کی عظمت اور تقدس کی خاطر اس اصول کو یہاں نظر انداز کیا گیا ہے۔

۵۔ شرح میں مذکور بعض ابواب اور جامع ترمذی کے ابواب کے عنوانات میں مطابقت مفقود تھی، ان عنوانات کو جامع ترمذی کے عنوانات مطابق کر کے حاشیہ میں اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۶۔ شرح میں بعض مقامات پر ابواب مذکور نہ تھے ان کا اضافہ بھی کیا گیا ہے اور حاشیہ میں اس اضافہ کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔

۷۔ شرح میں مذکور اعلام کے تراجم لکھ دیے گئے ہیں۔

8۔ حاشیہ میں علومِ حدیث اور دیگر فنون کی مشکل اصطلاحات، شرح کی مشکل عبارات کے حل کا اہتمام کیا گیا ہے۔

9۔ چونکہ صاحبِ مخطوط اہلِ لسان نہیں، اس لئے زبان وتعبیر کی غلطیوں کا وقوع یقینی تھا، ایسی غلطیوں کی اصلاح بھی کردی گئی ہے۔

10۔ شرح میں مذکور فقہاء کرام کے اقوال اور ان کے مذاہب کے حوالے اصل مصادر یا مراجع ثانویہ کے ذریعے ذکر کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

وجہ اختیار موضوع!

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حدیث نبویؐ کی خدمت کی سعادت بزور باز و حاصل نہیں ہوتی، بلکہ یہ مشیت الٰہی ہے جسے چاہے اس کام کیلئے مسخر کر دے راقم بھی محدثین اور خدّام حدیث کی صف میں شامل اور اس فہرست میں اپنا نام لکھوانا چاہتا تھا اس لیے ایم فل کے مقالے کے لیے اس عظیم فن کا انتخاب کیا۔ پھر جامع ترمذی جو پوری دنیا میں اور ہر مدرسہ، جامعہ میں پڑھائی اور پڑھی جاتی ہے۔ اس موضوع پر کام کرنے سے بڑا اعزاز اور کیا ہوسکتا ہے پھر اس کی شرح وتوضیح شیخ الاسلام حضرت حسین احمد مدنیؒ جیسے نابغہ روزگار روزگار شخصیت کے ذہن مبارک سے ہو اس پر تحقیقی کام کر کے منصۂ شہود پر لانا بہت بڑی سعادت ہے یہی امور راقم کے اس موضوع کے انتخاب کی وجہ بنی۔

نتائجِ بحث!

اس وقیع، گراں قدر علمی مخطوط پر ایک طویل تحقیقی اور غائرانہ نظر کے بعد راقم درج ذیل نتائج پر پہنچا ہے:

1– بلا مبالغہ یہ مخطوط ''جامع الامام الترمذی'' کی ایک عظیم علمی خدمت ہے، جس کو ''جامع الترمذی'' کے مطالعہ یا تدریس کے وقت نظر انداز کرنا آسان نہیں ہوگا۔

2- یہ مخطوط باوجود اختصار کے، جامعیت، حلِ غوامضِ کتاب اور کشفِ اسرار ورموز کا بہترین مرقع ہے اور ''دریا بکوزہ'' کا سچا مصداق ہے۔

3اسکی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ''جامع ترمذی'' کی تمام شروح کا کئی گھنٹوں طویل مطالعہ کرنے کے بعد قاری جس نتیجے پر پہنچتا ہے یہ شرح اسے چند لمحوں میں وہ سب کچھ دے دیتی ہے۔

4- اسکی ایک امتیازی خصوصیت ہے کہ لمبی چوڑی بے مقصد تقاریر کے بجائے ''لبِّ لباب'' اور ''مغز'' پر اقتصار کیا گیا ہے۔

5– اس مخطوط کی اہمیت اس لحاظ سے بھی زیادہ ہے کہ یہ حضرت مدنیؒ کی پہلی درسی تقریر ہے جو منظر عام پر آئی ہے۔

6– دورانِ تحقیق یہ بات سامنے آئی کہ ''مرتبِ شرح'' چونکہ صاحبِ لسان نہیں؛ اس لئے ان سے ''ضبطِ تقریر'' میں جابجا زبان، تعبیرات کی فروگذاشتیں ہوئی ہیں، راقم نے حتی الامکان تصحیح وتسہیل کی جابجا کوششیں کی ہیں، اگرچہ اس کا التزام نہیں کیا۔

توصیات!

اپنے مشفق اور صاحبِ علم نگران کی رہنمائی میں اس علمی سفر کے دوران بہت سی باتیں اور سفارشات ذہن

میں آئیں، جو درج ذیل توصیات کی شکل میں راقم پیش کرتا ہے:

۱۔ کسی مخطوط کی تحقیق انتہائی جاں گُسِل کام ہے، خصوصاً جبکہ ''محقق'' اس فن میں ''اناڑی'' ہو، حتیٰ کہ بہت سے اہلِ علم تک ناواقف ہیں، اس لئے اس ''فن'' سے آشنائی کے لئے ''جامعات'' کو اپنے وسائل بروئے کار لاتے ہوئے انتہائی جاندار ''ورکشاپس'' کروانی چاہئیں۔

۲۔ مختلف زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں علمی مخطوطات باذوق اصحابِ علم کی راہیں تک رہے ہیں، ''سرکاری ونیم سرکاری جامعات'' کو اس جانب اپنی توجہ مبذول کرنی چاہئے؛ یوں یہ زمانے کی دست بُرد سے بھی بچ جائیں گے اور سلف کا یہ علمی ذخیرہ امت کے سامنے بھی آجائیگا اور امت اس سے استفادہ کرلے گی۔

۳۔ صاحبِ مخطوط مولانا سعداللہ کاکاخیلؒ تاہنوز کئی مخطوط تشنہ تحقیق ہیں، ان کی طرف بھی زمامِ ہمت موڑنی چاہئے۔

۴۔ افادہ عامہ کے لئے ''مادرِ علمی'' کے محترم مسؤلین سے زیرِ تحقیق شرح کی طباعت کی سفارش بھی کی جاتی ہے۔

۵۔ مولانا سعداللہ کاکاخیلؒ اور ان کے علاوہ دیگر علمی شخصیات جو پردہ اخفا میں ہیں، ان کے تعارف کے لئے ''جامعات'' کو ورکشاپس کا اہتمام کرنا چاہئے۔

شرح کی طباعت!

شرح کی اہمیت اور مقام وقیمت کے پیش نظر بعض کبار اہلِ علم نے پرزور اصرار، بل کہ حکم دیا ہے کہ اسے جلد از جلد زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائے؛ تاکہ علما وطلبہ اس سے بھرپور فائدہ اٹھاسکیں۔ راقم کو پہلے تو اس بابت تردد تھا، وجہ تردد، مخطوط میں زبان وبیان کی بکثرت فروگذاشتیں، بعض مقامات پر عبارات میں اغلاق، کہیں سقط، وغیرہ امور تھے۔ مگر طویل مشاورت کے بعد اس کا یہ حل نکالا گیا کہ جہاں کہیں اس طرح کی صورت حال ہو وہاں اپنی تعبیر اختیار کرتے ہوئے شرح کے مضمون کو بیان کردیا جائے، اور حاشیہ وغیرہ میں اس پر تنبیہ بھی نہ کی جائے: تاکہ طوالت بڑھنے نہ پائے۔ بعدازاں (مقالہ کی تکمیل کے بعد) جب یہ انکشاف ہوا کہ حضرت مدنیؒ کی جامع ترمذی کی ایک اور تقریر بھی طبع ہوچکی ہے تو خیال آیا کہ جہاں کہیں کوئی کمی ہے تو اس کے لئے اس تقریر سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ بہرحال راقم اس مشروع پر کام شروع کرنے والا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اسے بحسن وخوبی جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!!

☆☆☆